مقالات ترجمہ: حضرت مولانا عنایت اللہ وارثیؒ

وصیّت نامہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

خدا کا شکر ہے جو حکمتوں کا الہام کرنے والا اور نعمتیں بخشنے والا ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام ہو عرب و عجم کے سردار پر اور آپؐ کے صحابہؓ پر! امابعد، فقیر اللہ عفی عنہ یہ چند کلمات پیش کرتا ہے جن سے میں اپنے احباب اور اولاد کو وصیت کر رہا ہوں۔ اس تحریر کا نام میں نے "مقالہ وصیت فی النصیحۃ والوصیۃ" تجویز کیا ہے۔ خدا کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے، وہی سیدھی راہ کی طرف راہنمائی کرنے والا ہے۔

وصیت اول:

اس فقیر کی پہلی وصیت' اعتقاد اور عمل میں کتاب و سنّت کے ساتھ سختی سے تمسک کرنا ہے۔ ان ہر دو میں ہمیشہ غور و فکر کرتے رہنا اور ہر روز ان ہر دو میں سے کچھ نہ کچھ حصّہ پڑھنا۔ اگر پڑھ نہ سکے تو ان دونوں میں سے چند اوراق کا ترجمہ سننا۔ اور متقدمین مذہب اہل سنّت کے عقائد کو اختیار کرنا اور ان باتوں کی تفصیل و تفتیش سے بچنا جن میں سلف صالحین نے تفتیش نہیں کی۔ اور خام کار عقل پرستوں کی شکوک پرستیوں کی طرف توجہ نہ دینا۔ اور فروعات میں ان علمائے محدثین کی پیروی کرنا جو فقہ اور حدیث کے جامع ہیں۔ نیز فقہی تفریعات (فروعی مسائل) کو ہمیشہ کتاب و سنّت کی روشنی میں دیکھنا۔ جو کتاب و سنّت کے موافق ہوں، انہیں قبول کر لینا اور جو موافق نہ ہوں، انہیں "کالائے بد بریش خاوند[1]" قرار دے کر چھوڑ دینا!

[1] بڑا سامان برے سامان کے منہ پر دے مارو۔ یہ فارسی زبان کا ایک محاورہ ہے جو "عطائے تو بہ لقائے تو" کی طرح استعمال ہوتا ہے۔

یہ درست ہے کہ اجتہادی مسائل کو کتاب وسنّت کے مطابق پیش کرنے یا کتاب وسنّت کی روشنی میں ان مسائل کو حل کرنے کے بغیر امت کو کسی دقت چارۂ کار نہیں، تاہم ان فقہاء کی بے مغز اور بے بنیاد باتوں کو، جنھوں نے ایک دنیا کی تقلید ہی کو اپنی دستاویز (سند) بنا رکھا ہے اور سنّت کی پیروی کو ترک کر چکے ہیں، نہ سننا چاہیے، ان کی طرف توجہ نہ دینا چاہیے اور خدا کا قرب ان کی دوری میں تلاش کرنا چاہیے۔

دوسری وصیت:

امر بالمعروف کی حد، جیسی کہ اس فقیر کے دل میں ڈال دی گئی ہے، یہ ہے کہ فرائض، کبیرہ گناہوں اور شعائرِ اسلام کے سلسلہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیک کاموں کا حکم دینا اور بُرے کاموں سے روکنا) پوری سختی کے ساتھ کرنا چاہیے اور ان لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھنا چاہیے جو اس معاملہ میں سستی اختیار کرتے ہوں — بلکہ ان کا دشمن بن جانا چاہیے! اور تمام امور میں، بالخصوص ان معاملات میں جہاں متقدمین یا متاخرین نے اختلاف کیا ہو، وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہی کافی ہے کہ اس بات کا ذکر کر دیا جائے، اس میں زیادہ سختی کرنا اچھا نہیں!

تیسری وصیت:

یہ ہے کہ اس زمانہ کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ ہرگز نہ دینا چاہیے نہ ان کی

ردِ تقلید اور حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

حجیتِ حدیث

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

ضخامت	ترجمہ	قیمت
۸۰ صفحات	حافظ عبدالرشید اظہر	۹ روپے صرف

ناشر: ادارہ محدث ۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

بیعت کرنا چاہیے، عوام کے ہجوم اور کرامات کا دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ عوام کا ہجوم اکثر رسمی ہوتا ہے اور رسم کا حقیقت کے مقابلے میں کوئی وزن نہیں۔ اس زمانہ کے کرامات فروش (الا ماشاء اللہ) طلسمات اور فریب سازیوں کو کرامات سمجھے ہوتے ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ خرقِ عادت یا کرامات کی مشہور قسمیں اشراف (دوسروں کے دلوں کے ارادوں کو معلوم کرنا) اور آئندہ کے واقعات کا انکشاف ہے اور اس اشراف و انکشاف کے بیشمار طریقے ہیں۔

ازاں جملہ نجوم اور رمل کا علم بھی ہے۔ تم نہیں جانتے کہ علمِ نجوم میں حکم لگانا، تسویۃ البیوت (خانوں کی برابری) پر موقوف ہے۔ اور رمل کے لیے زائچہ درکار ہوتا ہے۔

ہمارا تجربہ ہے کہ علمِ نجوم کا ماہر جب معلوم کر لیتا ہے کہ دن کی ساعتوں میں سے اب کونسی ساعت ہے تو یہاں سے اس کا ذہن "طالع" کی طرف منتقل ہوتا ہے اور تمام خانے اور ستاروں کی جگہیں اس کے ذہن میں متصور ہو جاتی ہیں۔ ایسی کہ گویا خانوں کی برابری اس کے سامنے کھڑی ہے۔ ایسے ہی رمل کے فن کا ماہر بھی اپنے دل میں متعین کر لیتا ہے کہ فلاں انگلی کو میں نے لحیان {رمل کی ایک شکل یعنی = مترجم} قرار دے لیا ہے اور فلاں انگلی کو فلاں شکل! ــــــ تب اس کے ذہن میں آجاتا ہے کہ ان شکلوں سے کونسی شکل پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کا زائچہ سامنے آجاتا ہے۔

اور ازاں جملہ اپنی مختلف قسموں میں کہانت بھی ہے اور یہ فن بہت وسیع ہے۔ کبھی جنّوں کی حاضری سے اور کبھی ان کی حاضری کے بغیر بھی۔

اور ازاں جملہ ایک طلسم کا باب بھی ہے جو ستاروں کی قوتوں کو ایک صورت میں بند کرتے ہیں اور اس سے اشراف (دوسروں کے دلوں کا حال معلوم کرنا) حاصل ہو جاتا ہے ــــــ اور "جوگ" کے عمل بھی ہیں۔ کہ جوگیوں کی بعض نظروں میں اشراف اور کشف کے سلسلہ میں پوری خاصیت ہے۔ جو شخص ان معاملات میں تحقیق چاہتا ہے اُسے ان فنون کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کسی کام پر "توجہ" دینا، کسی مہیب شکل میں ظاہر ہونا، اپنے دل کا دباؤ کسی کے

دل پر ڈالنا اور طالب کو مسخر کرنا، یہ سب فریب آفرین فنون میں سے ہیں۔ ایسی چند نگاہیں اور ملاحظات ہیں جو اس مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ صلاح و فساد، سعادت و شقاوت اور مقبول یا مردود ہونا یہاں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا اور ایسے ہی حاضرین میں وجد اور شوق، بیقراری اور مسرت بھی کوئی وزن نہیں رکھتی۔ ان کو الفت کا منشاء۔ اور محرک قوتِ بہیمیہ (حیوانیت) ہے۔ لہٰذا جس کی حیوانیت قوی تر ہے، اس کا وجد بھی پُرجوش ہوتا ہے۔ البتہ یہ اعمال اور ایسے افعال بعض نیک لوگ بھی کسی نیک نیت کی بناء پر کرتے ہیں۔ اور یہ چیز ان اعمال کو کرامات نہیں بنا دیتی۔ جیسا کہ پوشیدہ نہیں!

ہم نے بہت سے سادہ لوحوں کو دیکھا ہے کہ جب ایسے اعمال کسی شیخ میں دیکھ پاتے ہیں تو اُن کو عین کرامت یقین کر لیتے ہیں۔ صحیح چارہ کار یہی ہے کہ حدیث کی کتابیں مثلاً صحیح بخاری، مسلم، سنن ابی داؤد اور ترمذی اور پھر فقہ حنفی اور شافعی کی کتابیں پڑھی جائیں۔ اور ظاہر سنت پر عمل کیا جائے اور اگر حق سبحانہ وتعالیٰ دل میں سچا شوق عنایت فرمائے اور اس راہ کی طلب غالب ہو تو کتاب "عوارف" میں سے نماز روزہ اور دیگر اذکار سے اپنے اوقات کو رونق بخشے۔ نقشبندیوں[1] کے رسائل طریقت میں رہنمائی حاصل کرنے میں مفید ہیں۔ ان بزرگوں نے ان ہر دو باب[2] کو ایسے طریقے سے روشن کر دیا ہے کہ کسی مرشد کی تلقین کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔

جب عبادت کے نور کی کیفیت اور یادداشت کی نسبت حاصل ہو جائے، اس پر مواظبت یعنی مسلسل عمل کیا جائے اور اگر اس اثناء میں کوئی بزرگ مل جائے جس کی صحبت کی تاثیر لوگوں میں اثر کرتی ہو تو اس کی صحبت اختیار کر لے۔ یہاں تک کہ مطلوبہ حالت ملکہ بن کر طبیعت میں راسخ ہو جائے۔ اس کے بعد گوشہ میں بیٹھ جائے اور ملکہ راسخہ میں مشغول رہے۔ اس زمانہ میں ایسا کوئی نہیں۔ الّا ماشاء اللہ!

---

[1] رسائل نقشبندیہ جیسا کہ کلمات قدسیہ بہاؤ الدین نقشبند اور فقرات عبداللہ احرار اور دوسرے کلمات باقی باللہ اور مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ایسے ہی دیگر رسائل سبیل الرشاد وغیرہ

جو من کل الوجوہ کمال رکھتا ہو، اگر کسی ایک وجہ سے باکمال ہے تو دوسری وجہ سے خالی ہوگا۔ پس جو کمال موجود ہے وہی حاصل کر لینا چاہیے اور دوسری چیزوں سے چشم پوشی کر لینی چاہیے۔ "خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ" (جو صاف ہے لے لو اور جو گدلا ہے اسے چھوڑ دو)۔

صوفیائے کرام کی نسبت بہت بڑی غنیمت ہے اور اس کی رسمیں لاشے محض ہیں۔

یہ بات اکثر لوگوں کے دلوں پر ضرور گراں گزرے گی لیکن مجھے ایک کام پر مامور فرمایا گیا ہے۔ مجھے اس کے مطابق کہنا ہے اور کسی عمرو زید کے کہے پر انحصار اور توقف نہیں کرنا چاہیے۔

چوتھی وصیت:

جاننا چاہیے کہ ہمارے اور اس زمانہ کے مشائخ کے درمیان اختلاف ہے۔ صوفی منش لوگ کہتے ہیں کہ اصل مطلوب شے فنا اور بقا اور استہلاک (طلبِ ہلاکت) اور انسلاخ (خودی کا ترک) ہے ——— اور معاشی مسائل کی نگہداشت اور بدنی اطاعتوں کا قائم رکھنا جن کا شریعت نے حکم دے رکھا ہے، صرف اس لیے ہے کہ ہر کوئی اس اصل مذکورہ حقیقت تک پہنچ نہیں سکتا۔ "مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهُ لَا يُتْرَكُ كُلُّهُ" (جو شے پوری نہ حاصل ہو سکتی ہو وہ ساری کی ساری چھوڑ بھی نہ دینی چاہیے)۔ علم کلام والے کہتے ہیں کہ جو کچھ شرع میں آچکا ہے، اس کے سوا کوئی چیز مطلوب نہیں۔

اور

ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان کی صورتِ نوعیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے شرع کے بغیر کوئی چیز سرے سے مطلوب نہیں۔ اور شارع علیہ السلام نے اس اصل کو پورا پورا خاص و عام کے لیے بیان فرما دیا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ انسانی نوع اسی وجہ پر پیدا ہوتی ہے کہ یہ ملکی قوت اور بہیمی (حیوانی) قوت کی جامع ہے۔ اس کی سعادت ملکی قوت کو مدد دینے میں ہے اور اس کی شقاوت و بدبختی بہیمی قوت کو تقویت پہنچانے میں۔ یہ ایسی صورت میں پیدا ہوا ہے کہ اس کا نقش اعمال اور اخلاق کے رنگوں کو قبول کر کے انہیں اپنے اندر

محفوظ کر لیتا ہے اور موت کے بعد انہیں اپنے ہمراہ لے جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اس کا جسم غذا کی کیفیتوں کو لے کر جزوِ بدن بنا لیتا ہے اور اسی وجہ سے بدہضمی اور تپ وغیرہ جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

اور جس دوسری روحانی وجہ پر انسان پیدا ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ فرشتوں کے مقام (حظیرۃ القدس) سے اس کا الحاق ہو جائے اور وہاں سے الہام حاصل کر لے اور پھر وہ کچھ بھی، جو الہام کے ضمن میں آسکتا ہے، اگر ملائکہ کی طرف میل رکھتا ہو گا تو سرور و راحت حاصل کرے گا اور اگر ان سے نفرت کی کیفیت رکھتا ہو گا تو تنگی اور وحشت۔

غرض چونکہ انسانی نوع اسی وجہ پر ظہور میں آئی تھی کہ اگر انسان کو انسان کے حال پر ہی چھوڑ دیا جاتا تو نفسانی بیماریاں اکثر افراد کو دکھ دیتیں۔ اس لیے حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ان کی کارسازی فرمائی، اور ان کے لیے نجات کی ایک راہ متعین کر دی اور لسانِ غیب کے ترجمان حضرت (پیغمبر علیہ السلام) کو ان ہی میں سے ان کی طرف بھیج دیا۔ تاکہ نعمت پوری ہو اور وہ الوہیتِ الٰہیہ، جو شرع میں ان کے پیدا کرنے کا منشاء تھی، دوسری بار ان کے ہاتھ لگ جائے۔ پس ان کی صورتِ نوعیہ نے اپنی زبانِ حال سے شرع کو مبداء فیاض سے مانگ لیا۔ اور چونکہ انسان میں صورتِ نوعیہ سرایت کیے ہوتے ہے اس لیے اس کا حکم تمام افرادِ نوع کے لیے لازم ہے۔ اس میں افراد کی خصوصیت کو کوئی دخل نہیں۔ اور فناء، بقاء اور استہلاک وغیرہ خصوصیت کے اعتبار سے مطلوب ہوتے ہیں اس لیے کہ بعض افراد تنہائی کے انتہائی غلو میں پیدا ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو ان کی راہ دکھا دیتا ہے اور یہ شریعتوں کا حکم نہیں۔ بلکہ اس خاص فرد کی زبانِ حال نے اس کی انفرادی خصوصیت کی وجہ سے یہ تقاضا کیا ہے، شارع علیہ السلام کا کلام ہرگز اس پر محمول نہیں۔ نہ تصریحاً اور نہ اشارۃً۔

ایک گروہ نے ان مطالب کو شارع کا کلام سمجھ رکھا ہے۔ اس شخص کی طرح جس طرح ایک آدمی لیلیٰ مجنوں کا قصہ سنتا ہے اور ہر بات کو اپنی ذات پر محمول کرتا چلا جاتا ہے۔ اور اسے ان لوگوں کے عرف میں اعتبار کہتے ہیں۔

غرض انسلاخ اور استہلاک کے مقدمات میں افراط کی حد کو پہنچنا اور ان میں

ہر کس و ناکس کا مشغول ہو جانا ملتِ مصطفویہ میں پرانی بیماری ہے۔ اللہ رحم کرے ہر اس شخص پر جو ان "نیکیوں" کے جمع کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ خواہ وہ بعض کے لیے ذاتی استعداد ہی رکھتے ہوں۔

ہر چند یہ بات ہمارے زمانہ میں بعض صوفیوں پر گراں ہی گزرتی ہو۔ لیکن مجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق کہہ رہا ہوں۔ مجھے عمرو زید سے کوئی سروکار نہیں۔

پانچویں وصیت:

یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے حق میں اچھا عقیدہ رکھنا چاہیے اور ان کے مناقب کے سوا زبان نہ کھولنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں دو جماعتوں نے غلطی کی ہے۔ ایک گروہ نے خیال کیا ہے کہ یہ باہم صاف دل تھے اور ان کے وہم و خیال میں بھی کبھی جھگڑا پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ محض وہم ہے۔ کیونکہ متواتر احادیث ان کے باہمی جھگڑوں پر گواہ ہیں۔ اور ان متواتر احادیث کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اور دوسرے گروہ نے جب ان باتوں کو ان کی طرف منسوب دیکھا تو لعن وطعن کی زبان کھول دی۔ اور ملامت کی وادی میں گمراہ ہو گئے۔ اس فقیر کے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اگرچہ اصحابؓ معصوم نہ تھے اور ان کے بعض عوام سے ممکن ہے کہ کچھ چیزیں ایسی وقوع میں آئی ہوں کہ دوسروں سے اگر ان جیسی ظہور میں آئیں تو طعن اور جرح کی موجب بن جائیں، لیکن ہم ایک مصلحت کی پابندی کے تحت ان کی برائیاں بیان کرنے سے زبان کو روک رکھنے پر مامور ہیں اور ان کی جرح اور طعن سے منع کر دیے گئے ہیں۔ اور وہ مصلحت یہ ہے کہ اگر ان کے حق میں جرح کا دروازہ کھل جائے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے روایت منقطع ہو جاتی ہے اور روایت کے منقطع ہو جانے میں ملت کی تباہی ہے اور جب ہر صحابی سے روایت لے لی جائے تو اکثر حدیثیں متواتر بن جاتی ہیں اور امت کی پابندی حکم کے لیے ایک حجت قائم ہو جاتی ہے اور بعض پر مذمت ان نقل میں خلل پیدا کر دیتی ہے۔

اس فقیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر فتوح سے سوال کیا کہ حضور، شیعہ کے باب میں کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کے مدعی ہیں اور صحابہؓ کو بُرا

کہتے ہیں ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانی کلام کی ایک قسم کے ذریعے القا فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا باطل ہونا امام کے لفظ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

جب اس حالت سے افاقہ حاصل ہوا میں نے امام کے لفظ میں غور کیا۔ معلوم ہوا کہ امام ان کی اصطلاح میں "معصوم مفترض الطاعۃ منصوب للخلق" (معصوم جس کی اطاعت فرض ہو اور خلق پر مقرر کیا گیا) ہے۔ اور باطنی وحی کو امام کے حق میں تجویز کرتے ہیں۔ پس فی الحقیقت یہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ گو زبان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

اور جیسا کہ صحابہؓ کے حق میں نیک عقیدہ رکھنا چاہیے، ایسے ہی اہل بیت کے حق میں بھی معتقد رہنا چاہیے اور ان میں سے صالحین کو مزید تعظیم سے مخصوص سمجھنا چاہیے۔ "قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا" (خدا نے ہر ایک شے کی ایک قدر مقرر کر رکھی ہے)

اس فقیر کو معلوم ہوا ہے کہ دوازدہ امام بعض نسبتوں سے نسبتی قطب ہیں اور تصوف کو ان کی مدت ختم ہونے کے بعد رواج حاصل ہوا ہے۔ لیکن شریعت، اور عقیدے کو پیغمبرؐ کی حدیث کے سوا کہیں سے نہیں لیا جا سکتا۔ ان کی قطبیت ایک باطنی معاملہ ہے۔ شرعی تکلیف سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کا حکم اور اشارہ دوسرے (بعد میں) آنے والے پر اسی قطبیت کے اعتبار سے ہے اور امامت کے رموز بھی جو ان لوگوں کے بیان کردہ ہیں، اسی قطبیت کی طرف راجع ہیں۔ جن پر اپنے بعض خالص یاروں کو انہوں نے مطلع کیا ہے۔ پھر کچھ مدت بعد ایک گروہ نے زیادہ غور و تعمق سے کام لیا اور ان کی باتوں کو کسی اور سانچے میں ڈھال لیا واللہ المستعان!

چھٹی وصیت :

یہ ہے کہ علم حاصل کرنے کے طریقہ میں، جیسا کہ تجربہ میں ثابت ہو چکا ہے، یہ ہے کہ سب سے پہلے صرف و نحو کے مختصر رسالے پڑھیں۔ ہر ایک سے تین تین یا چار چار، طالب علم کے ذہن کے مطابق۔ اس کے بعد تاریخ یا حکمتِ عملی کی کوئی کتاب، جو عربی زبان میں ہو، یاد کریں۔ اور اس اثناء میں تلاش و جستجو کے طریقے پر لغت کی کتابیں

دیکھیں اور مشکل کو اس کی جگہ سے حل کرنے کی استعداد پیدا کریں۔ جب عربی زبان پر قدرت حاصل ہو جائے تو کتاب موطا بروایت یحییٰ بن یحییٰ مصمودی پڑھیں اور اس بات کو ہرگز نہ بھولیں کہ اصل شے حدیث کا علم ہے اور اس علم کا پڑھنا بہت نفع رکھتا ہے ہمیں ان سب کا سماع مسلسل حاصل ہے۔

بعد ازاں قرآن ایسے طریقے سے پڑھے کہ قرآن کے حروف ترجمہ اور تفسیر کے بغیر ہوں اور جو بات مشکل نظر آئے علم نحو اور شانِ نزول پر توجہ دیں اور غور کریں۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد تفسیر جلالین کو درس کے انداز کے مطابق پڑھیں۔ اس طریقے سے بڑے فیض حاصل ہوں گے۔

اس کے بعد ایک وقت صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ حدیث کی کتابیں اور فقہ، عقائد اور سلوک کی کتابیں پڑھی جائیں اور دوسرے وقت میں علم معقول کی کتابیں مثلاً شرح ملّا اور قطبی وغیرہ۔ اگر میسّر ہو سکے تو ایک دن مشکوٰۃ اور دوسرے دن اسی قدر شرح طیبی پڑھیں۔ یہ بہت مفید رہے گا۔

ساتویں وصیت:

ہم عربی لوگ ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد مسافرت کی صورت میں سرزمینِ ہند میں وارد ہوئے۔ نسل کی عربیت اور زبان کی عربیت، دونوں پر ہمیں فخر و ناز ہے۔ کیونکہ یہ دونوں نسبتیں ہمیں سیدِ اوّلین، و آخرین افضلِ انبیاء والمرسلینؑ فخرِ موجودات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ قرابت کا اعزاز بخشتی ہیں۔ اس نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہی ہے کہ ہم اسلامی اقدار کو نہ بھولیں۔

جب عرب جہاد کے سلسلہ میں عجم (دوسرے ممالک) میں پھیلے تو حضرت عمرؓ کو خطرہ پیدا ہوا کہ یہ لوگ عجمیوں کی رسموں کو اختیار کر لیں گے اور عرب کی طرزِ زندگی کو بھول جائیں گے سو انہیں فرمان لکھا کہ:

"تہبند باندھو اور چادر پہنو۔ جوتا پہنو اور جرابیں چھوڑ دو۔ پاجامے پہننے ترک کر دو اور اپنے باپ اسمٰعیلؑ کے لباس کو لازم پکڑے رکھو۔ اور اپنے آپ کو عجمیوں کی شکل و صورت اور آرام طلبیوں، ناز پروریوں اور نعمت پرستیوں سے دُور رکھو۔ دھوپ میں بیٹھنا لازم رکھو۔ بلاشبہ سورج

عربوں کا حمام ہے اور معدؔ کی قوم کے طریقے پر قائم رہو۔ درشت لباس پہننے والے اور جفاکش بنے رہو۔ کمنہ پوشی کی عادت نہ بھولو۔ اور اونٹوں کو قابو میں رکھو یعنی پکڑو اور خوب کام میں لاؤ۔ اور گھوڑوں پر جست لگا کر سوار ہو اور تیر نشانوں پر چھوڑو۔

ہندوؤں کی بری رسموں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا ہے، اسے دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ یہ طریقہ عرب میں ہرگز نہ تھا۔ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ آپ کے وقت میں۔ اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے جو اس بری رسم کو مٹا دے اور لاشئے کر دے۔ اور اگر عوام الناس میں سے اس کا مٹانا ممکن نہ ہو تو کم از کم اپنی قوم میں عرب کی اس رسم کو رواج ضرور دے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اس عادت کو برا ضرور سمجھے اور دل سے اس کا دشمن رہے۔ کیونکہ نہی عن المنکر کا کم سے کم درجہ یہی ہے۔

ہم لوگوں کی بری عادتوں میں سے دوسری یہ ہے کہ مہر بہت زیادہ مقرر کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا وجود ہی اس دین و دنیا کی عزت کی انتہا ہے، اپنے اہل بیت، جو سب لوگوں سے بہترین لوگ ہیں، ان کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ مقرر فرمایا ہے اور یہ پانچ صد درہم بنتا ہے۔

ہم لوگوں کی بری رسموں میں سے ایک، شادی میں فضول خرچی ہے اور اس میں بہت فضول رسمیں ادا کرنا۔

شادیوں کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شادیوں کا تقرر فرمایا ہے۔ ایک ولیمہ اور دوسرے عقیقہ۔ ان دونوں کو اختیار کر لینا چاہیے اور ان کے علاوہ سب کو چھوڑ دینا چاہیے یا ان کے التزام میں اہتمام نہ کرنا چاہیے۔

اور پھر ہم لوگوں کی بری عادتوں اور رسموں میں سے ماتموں میں اسراف ہے۔ تیسرا (قل)، چالیسواں (چہلم) اور شش ماہہ اور سالانہ فاتحہ خوانی، ان سب رسموں کا پہلے عربوں میں نام تک نہ تھا۔ مصلحت یہی ہے کہ میت کے وارثوں کی غمخواری اور ماتم پرسی تین دن تک ہو اور ان کو ایک رات دن کا کھانا کھلانے کے سوا کوئی رسم ادا نہ کی جائے۔ تین دن کے بعد قبیلے کی عورتیں جمع ہوں اور میت کے گھر کی عورتوں کے لباس میں خوشبو استعمال کریں۔ اور اگر میت کی بیوی ہے تو عدت کی مدت ختم ہونے پر سوگ ختم کر دے۔

ہم میں سے نیک اور سعادتمند وہی ہے جو عربی زبان، صرف ونحو اور ادب کی کتابوں سے مناسبت پیدا کرے اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ فارسی ہندی کتابوں، شعر وسخن اور علم معقول اور جو کچھ غیر ضروری پیدا کر دیا گیا ہے، اور بادشاہوں کی تاریخوں اور سرگزشتوں کا مطالعہ اور صحابہؓ کے جھگڑے یہ سب تر بتر گمراہی اور ضلالت محض ہے۔

اگر زمانے کی رسم کے مطابق ان علوم میں دخل دینا پڑے تو کم از کم یہ ضروری ہے کہ اس کو صرف دنیا کا علم جانے اور اس سے متنفر رہے۔ استغفار کرتا رہے اور ندامت محسوس کرے۔

آٹھویں حدیث:

حدیث میں آیا ہے:

"مَنْ اَدْرَکَ مِنْکُمْ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ فَلْیُقْرِءْہُ مِنِّی السَّلَامَ"

"جو شخص تم میں سے عیسٰی ابن مریمؑ کے عہد کو پائے انہیں میری طرف سے سلام کہے۔"

یہ فقیر پوری آرزو رکھتا ہے کہ اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام کے زمانے کو پاؤں تو جو سب سے پہلے سلام پہنچائے وہ میں ہوں۔ اور اگر میں اُن کو نہ پاؤں تو جو شخص میری اولاد اور اس فقیر کے پیروؤں میں آپؑ کے مسرت انگیز مبارک زمانے کو پائے گا سلام پہنچانے میں پوری کوشش کریگا۔ تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکروں کے آخری دستے میں شامل ہو۔

والسلام علٰی من اتبع الھدٰی۔

تمام شد

- خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ تعمیل ممکن نہ ہو سکے گی۔
- محدث کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا آپ کا دینی فریضہ ہے، خود پڑھیں اور دوسروں کو مطالعہ کی ترغیب دیں شکریہ!

(منیجر)